محمد جعفر پھلواروی

نصب امام اور شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبد العزیزؒ

انفرادی اور محکومانہ زندگی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں - اہل اسلام کو بہرحال اجتماعی زندگی سے منسلک رہنا چاہیے - اگر وہ بد قسمتی سے کہیں محکوم ہوں تو محکومیت سے نکل کر اپنا اجتماعی نظام قائم کرنا ان محکوم مسلمانوں پر فرض ہے - اس فرض کو بروئے کار لانے کی جد و جہد کرتے رہنا ایک ایسا فریضہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمزوری، غفلت یا سستی بدترین معصیت ہے - لیکن اس کوشش کا مقصد محض حصول اقتدار نہیں بلکہ یہ اقتدار ایک عظیم مقصد کے لیے ہے - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

"دیگر اقامت ارکان اسلام ست زیراکہ مستفیض شد کہ امامت جمع و اعیاد و جماعت خود مے کردند و نصب امام در ہر محلے می فرمودند و اخذ زکات و صرف آں بر مصارف می نمودند و عمال را برائے ایں معنی منصوب می ساختند و ہمچنیں شہادت بر ہلال رمضان و ہلال عید می شنیدند بعد ثبوت شہادت حکم بہ صوم و فطر می فرمودند و حج را خود اقامت نمودند ...... و قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجہاد و نصب امرا و بعث جیوش و سرایا و قیام آنحضرتؐ بقضا در خصومات و نصب قضاۃ در بلاد اسلام و اقامت حدود و امر معروف نہی منکر مستغنی از آں ست کہ بہ تنبیہہ احتیاج داشتہ باشد و چوں آنحضرتؐ برفیق اعلیٰ انتقال فرمودند واجب شد اقامت دین بہماں تفصیل کہ گزشت و اقامت دین موقوف افتاد بر نصب شخصے کہ اہتمام عظیم فرماید درایں امر ...."

(ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۴-۱۵ شائع کردہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی)

مقصد بعثتِ نبوی ارکان اسلام کو قائم کرنا ہے کیونکہ یہ سب کے ہاں مسلّم ہے کہ جمعے، عیدین اور نماز (پنج گانہ) کی امامت حضورؐ خود فرماتے تھے اور ہر جگہ امام مقرر فرماتے، زکات وصول کر کے اسے مصارف زکات میں صرف کرتے اور اس غرض کے لیے عمال معین فرماتے، اسی طرح ہلال رمضان و عید کی شہادت خود سنتے اور شہادت ثابت ہونے کے بعد روزہ رکھنے اور عید منانے کا حکم صادر فرماتے اور اقامتِ حج بھی حضورؐ نے خود فرمائی - (فرضیتِ حج کے بعد پہلی بار حضرت ابوبکرؓ کو اقامتِ حج کے لیے اپنا نائب بنا کر بھیجا) - حضورؐ کا جہاد کرنا، امرا کا نصب کرنا، لشکروں کا بھیجنا، مقدموں کا فیصلہ کرنا، بلادِ اسلام میں قاضیوں کا متعین کرنا، حدود اللہ کو قائم کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو ذکر سے بے نیاز ہیں - پھر جب حضورؐ سفر آخرت فرما گئے تو مذکورۂ بالا تفصیل کے ساتھ اقامت دین واجب تھی اور یہ اقامتِ دین کسی ایسے شخص کو

مقرر کرنے پر منحصر تھی جو ان فرائض کو بجالانے کا اہتمام کرے ..... ۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے بیان میں واضح کر دیا ہے کہ امام کے وہی فرائض ہیں جو حضورؐ اپنی زندگی میں بروئے کار لاتے رہے اور ایک ایسے امام کا نصب کرنا امت پر واجب ہے ۔

اسی بیان کی صدائے بازگشت ہے جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحفۂ اثنا عشریہ میں یوں ہے :

" غرض از نصب امام اقامت حدود و تعزیرات است و تجہیز جیوش و عساکر و حمایت بیضۂ اسلام و محافظت انتظام و اعلائے شعائر شرع اسلام و تنفیذ اوامر و احکام ، و سیاست مردم بر قبائح و آثام ، و تعیین عمال و قوام ، و ایں امور بدون ظہور امام و غلبۂ امام و غلبۂ او و قہر او بر معتدین و القائے رعب او در دلہا و اقبال و دولت او میسر نمی شود ۔ اگر ایں چیزہا حاصل نہ شود پس نصب امام و عدم او برابر ست و عبث محض ہے ۔"

امام (امیر) قائم کرنے کے مقاصد یہ ہیں : حدود اور تعزیرات کا قیام ، افواج کے لیے سامان مہیا کرنا ، ملت بیضا کی حمایت ، نظم مملکت کا تحفظ ، شریعت اسلامیہ کی سربلندی ، خداوندی احکام کا نفاذ ، منکرات پر قابو پانا ، عمال حکومت کا تعین ، یہ مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک امام فسادیوں پر پوری طرح قابو نہ پالے ، ولوں پر اس کا رعب نہ بیٹھ جائے اور اس کی اقبال مندانہ حکومت قائم نہ ہو ۔ اگر یہ باتیں نہ ہوں تو امام کا ہونا نہ ہونا یکساں اور بیکار محض ہے ۔

شاہ صاحبؒ کی عبارت بڑی مقفیٰ اور مسجّع ہونے کے علاوہ بڑی جامع ہے ۔ اس میں جہاں نصب امام کے مقاصد بتائے ہیں وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ مقاصد بغیر طاقت کے حاصل ہونا ممکن نہیں یعنی طاقت کے بغیر امام کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ۔ دونوں مفکرین نے اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں لکھی ہے بلکہ امت میں شروع سے یہی تصور چلا آرہا ہے ۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

وفی الجملۃ الفعل مشروط بالقدرۃ فکل من لیس لہ قدرۃ وسلطان علی الولایۃ والامارۃ لم یکن اماما ، والامام ھو المتمکن القادر (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۵)	خلاصہ یہ ہے کہ یہ کہ امامت قدرت و طاقت کے ساتھ مشروط ہے ۔ پس جسے والی و امیر کا اقتدار حاصل نہ ہو ، وہ امام نہیں ہو سکتا ۔ امام تو ہوتا ہی وہ ہے جو تمکن و اقتدار رکھتا ہو ۔

امام شعرانی نے ایک بڑی معنی خیز حدیث نبوی حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں نقل کی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : الامام الضعیف ملعون ۔ وھو الذی	حضورؐ فرمایا کرتے تھے ضعیف امام ملعون ہوتا ہے ۔ شعرانی اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ ضعیف امام وہ ہوتا ہے جو

مشتہر ۲۷ مدعی شیعہ اصول کافی کا حوالہ مصنف کے نام سے؟

المعارف لاہور۔ نومبر ۱۹۶۹

یضعف من تنفیذ الامور الشرعیۃ واقامتھا ، امور شرعیہ کو نافذ و قائم کرنے سے عاجز ہو۔

(کشف الغمہ ج ۲، ص ۱۱۷)

یہی بات تو ہے جو شاہ عبدالعزیز نے آخر میں کہی ہے کہ اگر امام میں یہ باتیں نہ ہوں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے بلکہ بیکار محض ہے۔"

امام شعرانی کی نقل کردہ حدیث کی اسناد میں اگرچہ ضعف ہے لیکن متن اپنے مضمون کے لحاظ سے صحیح ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب نصب امام کا مقصد ہی پورا نہ ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔ قوت تنفیذی کے بغیر ایک شخص کسی فن کا امام تو ہو سکتا ہے لیکن یہاں جس اصطلاحی امام کا ذکر ہو رہا ہے، وہ وہ سربراہ ہے جو نظم مملکت کو اسلامی تصور کے مطابق چلاتا ہے اس کے لیے تنفیذی اقتدار لازمی جز ہے۔

یعقوب بن اسحاق کلینی بھی یہی بات لکھتے ہیں:

ان الامام زمام الدین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین۔ ان الامامۃ اُسّ الاسلام النامی و فرعہ السامی۔ بالامام تمام الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والجہاد و توفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف۔ الامام یحل حلال اللہ ویحرم حرام اللہ ویقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ ویدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والحجۃ البالغۃ۔ اصول کافی کتاب الحجہ ص ۱۲۰ طبع نولکشور ۱۳۰۲ھ)

امام دین کی زمام، اہل اسلام کا نظام اور (غلبۂ اہل ایمان کا ذریعہ) ہوتا ہے۔ امامت اسلام کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ امام ہی کے ذریعے نماز، زکوٰۃ، صوم، حج، جہاد، رفع اور صدقات کی وصولی، حدود و احکام کا اجرا اور سرحدوں کی حفاظت وغیرہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ امام اللہ کے حلال کردہ کو حلال اور اللہ ہی کے حرام کردہ کو حرام کرتا ہے۔ حدود اللہ کو قائم کرتا ہے۔ دین خداوندی کی مدافعت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت، موعظہ اور حجت بالغہ کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام عظیم مقاصد بغیر اقتدار و تمکن کے حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ اقتدار و تمکن امام وامیر کے لیے اس قدر ضروری شے ہے کہ اگر بدقسمتی سے کوئی امام متقی نہ ہو (بلکہ فاسق ہو) مگر ہو صاحب اقتدار تو اسے گوارا کر لینا اس سے بہتر ہے کہ کوئی امام متقی تو ہو مگر قوت تنفیذی نہ رکھتا ہو کیونکہ بے طاقت متقی

سے یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ وہ سرحدوں کی حفاظت نہ کر سکے اور اہل فسق کی بجائے بیرونی اہل کفر دشمن کا غلبہ ہو جائے۔

اس سلسلے میں وہ روایتیں بہت قابل غور ہیں جو سیدنا علیؓ سے مروی ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: لا یصلح الناس الا امیر برّ او فاجر (لوگوں کو کوئی درست نہیں رکھ سکتا بجز ایک امیر کے خواہ وہ متقی ہو یا فاجر)۔ اس پر لوگوں نے دریافت کیا: قالوا: یا امیر المومنین! ھذا البر فکیف بالفاجر؟ (اے امیر المومنین! متقی کا معاملہ تو ٹھیک ہے لیکن فاجر امیر کا کیا مطلب ہوا؟) آپ نے جواب دیا: ان الفاجر یومن اللہ بہ السبیل ویجاھد بہ العدو، ویجبیٔ بہ الفیئ، ویقام بہ الحدود، ویحج بہ البیت ویعبد اللہ فیہ المسلم آمنا حتی یاتیہ اجلہ (کنز العمال ج ۵ ص ۲۴۸ حدیث نمبر ۲۵۰۴) (فاجر کے ذریعے اللہ تعالیٰ راستوں کو پُر امن رکھتا ہے۔ نیز اسی کے ذریعے دشمن سے جہاد ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے مال فے آتا ہے۔ اسی کے ذریعے حدود اللہ کی اقامت ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے حج بیت اللہ ہوتا ہے اور اس کے عہد میں مسلمان اپنی موت تک اللہ کی بندگی کرتا رہتا ہے)۔ تقریباً یہی مضمون حضرت علیؓ ہی سے کنز العمال کی حدیث ۲۵۸۶ میں بھی دہرایا گیا ہے۔

شرح عقائد نسفی میں امام کی ضرورت کی زیادہ عمدہ وضاحت ہے جو معمولی لفظی فرق کے ساتھ شرح مواقف، شرح مقاصد، طوالع الانوار، محصّل، مرقاۃ، شرح عقائد جلالی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔[۱] اسے سنیے:

والمسلمون لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم واقامۃ حدودھم وسد ثغورھم وتجھیز جیوشھم واخذ صدقاتھم وقھر المتغلبۃ والمتلصصۃ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد وقبول الشھادۃ القائمۃ علی الحقوق و	مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا لازمی ہے جس کے فرائض یہ ہیں: نفاذ احکام، اقامت حدود، سرحدوں کی حفاظت، فوجی سامان کا انتظام، صدقات کی وصولی، باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی گرفت، جمعے اور عید کی اقامت، حقوق کے بارے میں شہادتوں کا قبول کرنا، لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا،

[۱] ان کتابوں کی اصل عبارات ہم آئندہ پیش کریں گے ان شاء اللہ۔ جعفر

قطع المنازعات الواقعة بين العباد وتزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم و قسمة الغنائم۔ ويشترط فيه ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة مما ئسا اى مالكا للتصرف فى امور المسلمين بقوة رأيه ومعونة بأسه وشوكته قادراً بعلمه و عدله وكفايته شجاعته على تنفيذ الاحكام وحفظ حدود دار الاسلام وانصاف المظلوم من الظالم۔

بے سہارا بچوں اور بچیوں کی شادی کا انتظام کرنا، اور مالِ غنیمت کی تقسیم۔ امام کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ آزاد اور مکمل اختیارات رکھتا ہو (کسی غیر مسلم حکومت کی سرپرستی میں نہ ہو) صاحب سیاست ہو یعنی وہ اہل اسلام کے معاملات میں اپنی اصابت رائے اور اقتدار دونوں کے بل بوتے پر تصرف کا اختیار رکھتا ہو۔ اپنے علم، عدل، کفایت اور شجاعت کی بنا پر احکام کو نافذ کرسکے، دارالاسلام کی حدود کی حفاظت کرسکے اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کے ساتھ انصاف کرسکے۔

ظاہر ہے کہ اگر ایک زاہد شب زندہ دار سیدھا سادا اجنبی مسلمان ان فرائض کو پورا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس پر اس فاجر و فاسق امیر کو ترجیح حاصل ہوگی جو ان فرائض امامت کو کسی حد تک بھی پورا کرسکتا ہو (یہی تو وہ بات ہے جو شاہ عبدالعزیز کے تحفۂ اثنا عشریہ میں کہی ہے اور یہی فتح القدیر، درمختار، ردمحتار، فتاویٰ قاضی خاں، جامع الرموز، شرح ملتقی الابحر، اور البحر الرائق میں بھی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے مختصر لفظوں میں امامت و قوت کا تلازم یوں بیان کر دیا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ:

"کار امامت اقتدار و قوت کے ساتھ مشروط ہے۔ پس جسے والی و امیر کا اقتدار حاصل نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا۔ امام تو ہوتا ہی وہ ہے جو صاحب تمکن و اقتدار ہو۔"

یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ امیر المومنین یا امام المسلمین ایک ہی ہوتا ہے اور اس نظام کے جتنے مقرر کردہ لوگ ہوتے ہیں وہ سب "اولی الامر" ہوتے ہیں۔ ان سب کی اطاعت عین امیر و امام ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ اسی لیے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے ساتھ ہی اولی الامر کی اطاعت کو وابستہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی صاحب امر کوئی ایسا حکم دے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے صریحاً خلاف ہو تو اس امیر و امام کی اطاعت ہرگز واجب نہیں۔ سنی و شیعہ دونوں کی متفق علیہ روایت ہے کہ لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق۔ جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔